سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دعوت و تبلیغ میں مستعمل ادبی اصناف کا تحقیقی مطالعہ: "خطابتِ نبوی" نموذجاً

ڈاکٹر مرسل فرمان*

Abstract

Literary Genres Used in *Da'wah* by the Prophet Muhammad (SAW): Oratory as Case Study

Almighty Allah has always entrusted the responsibility of the preaching of His religion to the entities distinguished by high physical and mental capabilities, which has been described in the *Qur'ān* as the men of strength and the men of vision.[1]

Being equipped of the messengers with high physical and mental ability was for two main purposes: 1- Calling people to God on very high standards, 2- Leaving no excuse for any wrongdoer to exploit any weakness of a prophet and defame him and consequently causing a general misguidance of the people.

Just like previous prophets, prophet Muhammad (SAW) was also gifted with great physical and mental potentials. To know about Prophet Muhammad's (SAW) physical structure, conduct, manners, habits and lifestyle, it would suffice a reader to study *Shamāil al-Tirmidhī* and relevant chapters in other Hadith books.[2]

One of his mental abilities was the eloquence and the talent of expression. Prophet (PBUH) himself has summed up his this ability in very beautiful words "I am sent with concise words which carry profound meanings" i.e. the prophet Muhammad was gifted with the literary ability to convey the message in most comprehensive and perfect meanings using very few words. Other narrations also show that this ability was not confined only to the expression of profound meanings in precise words but he also had command on literary stylistics as is described in his own words "I have been given the opening of speech, the closing of it and the ability to convey profound meanings in concise words".

Thus we see that the Prophet preached using different literary genres such as, proverbs, metaphors, sermons, stories, etc. There is a genre that is founded solely by the Prophet (SAW) himself, such as letter-writing.

This paper aims to discuss the literary aspects of Sīrah of the Prophet (SAW), yet the focus will be on the genre 'oratory'. So that as Muslims benefit from Sīrah in other fields of their lives, they may benefit from it in their literary life as well.

Keywords: *Sīrah*; Literary Aspect; Prophet Muhammad (PBUH); Rhetoric; Oratory; *Shamāil*.

تعارف

اللہ رب العزت نے اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری اول روز سے ہی ان ہستیوں کے سپرد فرمائی جو اعلیٰ جسمانی و ذہنی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیۃ، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

مقالہ ہذا کا ملخص سہ روزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (۱۱-۱۳ مئی ۲۰۱۵) میں پیش کیا گیا تھا۔

صلاحیتیں رکھتے تھے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالی نے پیغبروں کا ان اعلی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں سے آراستہ ہونے کو أولي الأيدي والأبصار[٣] (ہاتھوں اور آنکھوں والوں) سے تعبیر کیا ہے۔

پیغمبروں کا اعلی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں سے مزین ہونے کے دو بنیادی مقاصد ہوتے: ١- یہ کہ نہایت اعلی معیار کے مطابق دعوت الی اللہ کا کام سرانجام دیا جاسکے۔ ٢- مدعو قوم میں سے کوئی ظالم، داعی پیغبر میں کسی بھی قسم کی مزعومہ کمزوری کا ناجائز سہارا لے کر اسے بدنام کرتے ہوئے مدعو قوم کی عمومی گمراہی کا سبب نہ بنے۔

گزشتہ انبیاء کی طرح اللہ تعالی نے اپنے آخری پیغبر محمد ﷺ کو بھی نہایت ہی اعلی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں سے مزیّن فرمایا۔ آپ ﷺ کی جسمانی ساخت، اخلاق، عادات و اطوار، رہن سہن اور بود و باش کی خوبصورتی جاننے کے لئے شمائل الترمذی[٤] اور دیگر کتب حدیث میں آپ ﷺ کے شمائل سے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کرنا کافی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی انہی اعلی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں میں سے ایک آپ کا تعبیر و اظہار ما فی الضمیر کی صلاحیت تھی۔ خود آپ ﷺ نے اپنی اس صلاحیت کو بہت ہی خوبصورت الفاظ میں سمویا ہے کہ (بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ)[٥] یعنی آپ ﷺ کو رسالت کی تبلیغ کے لئے ایسی ادبی صلاحیت دی گئی کہ نہایت کم الفاظ میں نہایت جامع و کامل بات پہنچا سکیں۔

روایات کی مزید تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو صرف جامع بات کہنے ہی کی نہیں بلکہ ادبی اسالیب پر بھی ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ آپ کا مزید ارشاد ہے: (أُوتِيتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهُ وَجَوَامِعَهُ)[٦] اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کو باتوں کا آغاز، ان کا اختتام اور جامع کلام کرنے کی صلاحیت بھی حاصل تھی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے اس کام میں ادب کی مختلف اصناف جیسے تشبیہات و امثال، خطبے و قصص وغیرہ کا بخوبی استعمال کیا۔ نیز بعض اصناف تو ایسی ہیں کہ جن کی بنیاد ہی آپ ﷺ نے ڈالی مثلاً خط نویسی کی عربوں کے ہاں بنیاد آپ ہی کے ذریعہ پڑی۔

اس مقالہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سیرتِ نبوی کے ادبی پہلو کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے تاکہ جس طرح مسلمان اپنی زندگی کے دیگر میادین میں سیرتِ نبوی سے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح وہ زندگی کے میدان ادب میں بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔ البتہ اس مقالہ میں خطابتِ نبوی پر توجہ مرکوز کی گئی ہے کیونکہ تمام ادبی اصناف پر بات کرنے کے لئے ایک مقالہ تو کیا شاید ایک کتاب بھی کافی نہ ہو۔

نثر، نہ کہ شعر

حضرت خاتم الأنبياء ﷺ کی بعثت ایک ایسی زبان دان قوم میں ہوئی جنھیں اپنی فصاحت و بلاغت پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے مقابلہ میں دوسری اقوام کو گونگی (عجم) قرار دیتی۔[٧] تاہم ان کی لسانی مہارت کا میدان شعر تھا نہ کہ نثر اور ان کے بے مثال ادبی فن پارے جنھیں وہ سونے کے پانی سے لکھ کر اپنے سب سے مقدس معبد خانے "کعبہ" کے پردوں پر لٹکاتے، وہ سب کے سب بھی شعر ہی میں تھے۔[٨]

اہل عرب کے ہاں سب سے پہلا اور اہم ادبی موڑ turning point اس وقت آیا کہ جب ان کی زبان دانی کو چیلنج کرتے ہوئے

معنوی اور لفظی اعتبار سے ایک برتر کلام یعنی قرآن انھیں پیش کیا گیا جس کا اسلوبِ بیان اگرچہ برتر از شعر و نثر تھا لیکن وہ شعر کے مقابلہ میں نثر کے زیادہ قریب تھا۔[۹] قرآن کریم کے ادبی اعجاز کے بارے میں منکرین اسلام مثلاً ولید بن مغیرۃ (م ا ھ) کا اعتراف[۱۰] یا قریش کے اہم لیڈروں کا قرآن کریم کی گہری ادبی تاثیر کی وجہ سے چوری چھپے اسے سننا بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔[۱۱] وحی الٰہی کی تربیت میں پرورش پانے والا محمدی اسلوب بھی نثر ہی تھا۔

شعر کی کلی نفی نہیں اور مخصوص مواقع پر اس کا کامیاب استعمال

اسلام نے جہاں عربی جاہلی معاشرے میں نہایت دوررس دینی، معاشرتی و فکری تبدیلیاں پیدا کیں وہیں ایک ایسا معاشرہ جہاں ادب کے میدان کا غالب اسلوب شعر ہو، وہاں دعوت کے لئے نثر کا انتخاب کرنا، مستقبل میں ایک عظیم تبدیلی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ پھر شعری اسلوب پر چند شدید ضربیں لگانا جیسے پیغبر کو شعری اسلوب زیب نہیں دیتا ﴿وَمَا يَنْبَغِيْ لَه﴾[۱۲] وغیرہ نے اس اسلوبِ کلام کو اس مناسب مقام پر فائز کیا جس پر اسے در حقیقت فائز ہونا چاہئے تھا۔ عمومی اصلاح کے لئے نثر کا انتخاب اور خصوصی مقاصد کے لئے شاعری کا استعمال - جیسے رسول اللہ ﷺ کا خود شعر سننا[۱۳] اور دفاع اسلام کے لئے حسان بن ثابتؓ (م ۵۴ھ) کو اس کی دعوت دینا،[۱۴] - شعر کی اس کلی مذمت کی نفی کرتا ہے جسے بالعموم اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

شعر پر سیرت کے اثرات

رسول اللہ ﷺ یقیناً شاعر نہ تھے لیکن شعر پر آپ ﷺ نے - قرآنِ کریم کے ساتھ ساتھ - ان مٹ اثرات چھوڑے مثلاً بعض وہ اغراض جن میں شعر کہے جاتے تھے، بالکل ہی ختم ہو گئیں جیسے کفر و شرک اور بت پرستی وغیرہ۔ اسی طرح بہت سی نئی اغراض و موضوعات کا شعر و شاعری میں اضافہ ہوا جیسے عقائد، عبادات، جہاد، رسالت، اخلاق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، وغیرہ۔ نیز اشعار میں حدیث سے بھی اقتباس کیا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے شعراء غزل و عشقیہ شاعری میں اسلامی آداب و اقدار کا خیال رکھنے لگے...[۱۵]

جس فن کی آپ نے باقاعدہ بنیاد ڈالی

آپ ﷺ سے عربی ادب کی تقریباً تمام اجناس متاثر ہوئیں۔ ان ہی اجناس میں سے ایک جنس (خط نویسی) بھی ہے، جس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ ادبی صنف اپنے خدوخال کے تعین میں آپ ﷺ ہی کی مرہون ہے۔

خط نویسی (رسائل) دیگر اقوام کے لئے نیا فن نہ سہی، لیکن عربوں کے لئے نیا ضرور تھا۔ عرب بے شک اسلام سے پہلے جاہلی دور سے ہی ادب کی مختلف اصناف مثلاً شعر، خطابت، امثال و حکم وغیرہ میں امتیازی مقام رکھتے تھے، لیکن فن خط نویسی ان کے ہاں ابھی ارتقائی مراحل سے گزر رہا تھا۔[۱۶]

عصرِ جاہلیت میں عربوں نے نہایت کم خطوط و رسائل تحریر کئے، اور ان میں سے جو ہم تک پہنچ سکے ان کی تعداد اس سے بھی کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ٹھیک طرح سے زمانہ جاہلیت کے رسائل کی ایک واضح صورت متعین نہیں کر سکتے۔[۱۷] یہ آپ ﷺ ہی ہیں جنھوں نے عربی خط نویسی کو ایک خاص ڈھانچہ عطا کیا، اس کے خدوخال کا تعین کیا اور اس کی شکل و صورت واضح کی۔[۱۸] نیز آپ ﷺ نے اپنے پیچھے عربی ادب کے لئے ایک بڑا ذخیرۂ رسائل چھوڑا[۱۹] جس نے صدیوں تک عربی فنِ رسائل پر اثر ڈالا۔[۲۰]

جس پہلی سے موجود صنفِ ادبی میں گرانقدر اضافہ کیا

رسول اللہ ﷺ کی خط نویسی کے علاوہ دیگر نثری اصناف میں خدمات کو جانچا جائے تو ان میادین میں بھی آپ کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ مثل ہو یا وصایا، قصہ گوئی ہو یا خطابت، ہر فن میں آپ کی خدمات کو قیدِ ضبط میں لانے کے لئے ضخیم کتب درکار ہیں۔ تاہم مقالہ ہذا میں آپ ﷺ کی فنِ خطابت میں خدمات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

خطابت

خطابت، نثر کی ان چند اہم اصناف میں سے ایک ہے جن کا آپ ﷺ نے دین کی ترویج کے لئے بخوبی کے ساتھ استعمال کیا۔ جیسا کہ خطابت کے لغوی معنی سے ظاہر ہے جو کسی اہم اور بڑے یا سخت کام کے معنی میں آتا ہے، [۲۱] اس فن کا استعمال بھی سخت اور دشوار مواقع پر ہوتا ہے۔ اس فن کے ذریعہ جمہور (یا کثیر تعداد میں لوگوں) سے خطاب کیا جاتا ہے تاکہ جو خطیب ان سے چاہتا ہے انھیں اس مخصوص کام پر ابھار سکے اور انھیں اس پر آمادہ کرنے کے لئے جو ضروری باتیں ہوں، ان کا استعمال کرے"۔ [۲۲] خطابت کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ یہ خطیب کی وہ قوتِ راسخہ ہے جس سے وہ طرح طرح کی باتوں کے فن پر قادر ہوتا ہے تاکہ وہ سامعین پر اثر انداز ہوسکے اور ان سے جو وہ چاہتا ہے اس پر انھیں مائل، راغب اور قائل کرسکے۔ [۲۳]

خطابتِ رسول ﷺ

خطابت، ادب عربی کا ایک ایسا فن تھا جو آپ ﷺ سے پہلے جزیرۃ العرب میں رواج پا چکا تھا۔ تاہم آپ ﷺ نے اپنی عظیم شخصیت، ذہانت و فطانت اور فصاحت و بلاغت سے اس فن میں گرانقدر اضافہ کیا اور اس میدان میں ایسے اصول چھوڑے کہ بعد میں آنے والوں کے لئے انھیں نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا۔ درج ذیل سطور میں ان میں سے چند کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱- نادر تعبیرات

اگر رسول اللہ ﷺ کے خطبات کا جائزہ لیا جائے تو وہ نادر تعبیرات سے پر نظر آتے ہیں۔ ایسی تعبیرات جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نے استعمال ہی نہیں کیں۔ مثلاً رسول ﷺ کے دعوتی مشن کے ابتدائی خطبات میں سے ایک خطبہ کے چند کلمات یہ ہیں:

> إن الرائد لا يكذب أهله، والله لو كذبت الناس جميعاً ما كذبتكم ولو غررت الناس جميعاً ما غررتكم ... [۲۴] بے شک، خانہ بدوش قوم کی طرف سے پانی و گھاس کی تلاش میں بھیجا گیا شخص کبھی اپنی قوم سے جھوٹ نہیں بولتا (تو یہ متلاشی حق شخص کیسے اپنی قوم کو جھوٹ بول سکتا ہے)۔ اللہ کی قسم اگر میں تمام لوگوں سے جھوٹ بولتا لیکن تم سے کبھی نہ بولتا اور اگر میں سب کو دھوکہ دیتا لیکن تم لوگوں کو کبھی نہ دیتا...

عرب بالعموم ایک خانہ بدوش قوم تھے جو جہاں کہیں گھاس اور پانی پاتے وہیں جا کر آباد ہو جاتے اور جب پانی ختم ہونے کے قریب ہوتا تو اپنے کسی شخص کو پانی اور گھاس کی تلاش میں بھیجتے۔ پانی اور گھاس کی تلاش میں بھیجے گئے اس شخص کو وہ "رائد" کا نام دیتے۔ آپ ﷺ نے یہی اصطلاح اپنے لئے استعمال کی کہ اگر پانی و گھاس کا ایک متلاشی اپنی قوم کو جھوٹ نہیں بول سکتا تو ایک متلاشیٔ حق شخص کیونکر اپنی قوم سے جھوٹ بولے گا۔

اسی طرح اپنے ایک خطبہ میں آپ ﷺ نے "نذیر عریان" کی اصطلاح استعمال کی۔ عربوں کے ہاں جب کوئی شخص دور سے کسی حملہ آور دشمن کو بھانپ لیتا تو وہ اپنے کپڑے پھاڑ دیتا اور چیختا ہوا اپنی قوم کی طرف آتا۔ قوم دور ہی سے اس شخص کی حالت دیکھ کر سمجھ جاتی کہ کوئی دشمن حملہ آور ہو رہا ہے اور تیاری شروع کر دیتی۔ اسی کو آپ ﷺ نے اپنے لئے استعمال کیا کہ آپ ﷺ خدا کا مشرکین و نافرمان بندوں کے لئے عذاب دیکھ چکے ہیں اور اپنی قوم کو اس کی خبر دے رہے ہیں:

إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ: يَا قَوْمِ، إِنِّي رَأَيْتُ الجَيْشَ بِعَيْنَيَّ، وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ العُرْيَانُ... [25] بے شک میری اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ نے بھیجا ہے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اے قوم! بے شک میں اپنی آنکھوں سے (دشمن کا) لشکر دیکھ چکا ہوں اور میں وہ ڈرانے والا ہوں جو اپنے کپڑے پھاڑ چکا ہے۔

۲- بہترین آغاز

کسی بھی خطبہ کا آغاز یا مقدمہ اس کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہوتا اور سامعین کو اپنی طرف مائل کرنے اور انھیں خطیب کی بات پر قائل کرنے میں بھی کافی اہمیت رکھتا ہے۔ عصرِ جاہلی میں خطباء کسی خطبے کے آغاز میں "أيها الناس"، "يا معشر" اور "يا أيها الملك" جیسے الفاظ استعمال کرتے تھے مثلاً مشہور جاہلی خطیب قسؔ بن ساعدہ الإیادی [26] اپنے ایک خطبہ کا آغاز "أيها الناس، اسمعوا وعوا..." سے کرتے ہیں۔ [27] اسی طرح ہانی بن قبیصۃ اپنا خطبہ "يا معشر بكر! هالك معذور خير من ناج فرور" سے کیا ہے۔ [28]

اسلام کے آنے کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ کے آغاز کو ایک نیا رنگ دیا اور اس میں ایک ایسے طرز کی بنیاد رکھی جس پر آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے پیروی کی اور آج تک ساری دنیا کے مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں اور آپ کے اس عمل کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ خطبہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے۔ جیسا کہ ابن قتیبۃ (م ۲۷۶ھ) نے آپ ﷺ کے خطبات کے بارے میں کہا ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کے خطبوں کا تتبع کیا ہے اور ان میں سے اکثر کا آغاز اس طرح سے پایا ہے: اَلْحَمْدُ للهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَتُوْبُ إليه، وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَن يَّهْدِ اللهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَن يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَه، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ". [29]

فنِ خطابت میں آپ ﷺ کی اس براعتِ استہلال اور حسنِ آغاز کا گہرا اثر ہوا اور لوگ جس طرح زندگی کے دیگر شعبوں میں آپ کی سنتوں کی پیروی کرتے اسی طرح اپنے خطبوں کا آغاز بھی آپ ﷺ ہی کی طرح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ہر وہ خطبہ جس کا آغاز اللہ کی حمد و ثناء کے بغیر ہوتا اس کے لئے ایک اصطلاح وضع ہوئی اور اسے "بتراء" (یعنی دم کٹا) کہا جانے لگا۔ [30]

۳- قرآن کریم سے اقتباس

رسول اللہ ﷺ مہبطِ قرآن تھے اور آپ ﷺ پر قرآن کریم کا نزول کم و بیش ۲۳ برس تک ہوتا رہا۔ آپ ﷺ قرآن کے سب سے پہلے مؤمن، سب سے پہلے قاری اور سب سے پہلے حافظ تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ قرآن کریم پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے

اور قرآن کریم کے اخلاق کو سب سے زیادہ اپنانے والے بھی تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ (كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ)۔[۳۱] لہذا آپ ﷺ کے خطبات پر بھی قرآن کریم کا عمیق اثر تھا اور اپنے خطبوں میں آپ ﷺ قرآنِ کریم کے اقتباسات کا بکثرت استعمال کرتے۔ حتی کہ آپ ﷺ کے بعض خطبے پورے کے پورے ہی قرآن کریم کی کسی سورہ پر مشتمل ہوتے۔ مثلاً اُمِ ہشام بنت حارثہ بن نعمان سے روایت ہے کہ انھوں نے (سورۃ ق) رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر یاد کی کیوں کہ آپ ﷺ اس سورہ کو ہر جمعہ کے خطبہ میں پڑھا کرتے تھے۔[۳۲]

نیز آپ ﷺ کے خطبات کے موضوعات پر بھی قرآنِ کریم کا گہرا اثر تھا۔ اگر آپ کے خطبات کے موضوعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ قرآنی موضوعات کی ہی شرح و تفصیل نظر آتے ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ کا خطبہ (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا فَالنَّاسُ رَجُلَانِ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى اللَّهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللَّهِ وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ وَخَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ ...)[۳۳] قرآنی آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[۳۴] کی ہی شرح ہے۔ اسی طرح یہ خطبہ (إنّ لهنّ (أي لنساءكم) عَلَيْكُمْ حَقٌّ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقٌّ)[۳۵] قرآنی آیت ﴿هنّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِباسٌ لَّهُنَّ﴾[۳۶] کی واضح تفصیل ہے۔

جس قدر شدید آپ ﷺ پر قرآنِ حکیم کا اثر تھا اسی قدر آپ ﷺ دوسروں کو بھی اس سے شدید لگاؤ رکھنے پر ابھارتے۔ آپ ﷺ کا ایک خطبہ اس سلسلہ میں یوں ہے:

> إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَيَّنَهُ اللهُ فِيْ قَلْبِهِ، وَأَدْخَلَهُ فِيْ الإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ...[۳۷]
>
> بے شک بہترین بات اللہ کی کتاب ہی ہے۔ اس شخص نے فلاح پائی جس کے دل میں اللہ نے اس کتاب کو مزین کیا اور اس شخص کو بعد از کفر اسلام میں داخل کیا۔

اس سلسلہ میں بھی صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے مسلمانوں نے آپ ﷺ کی اقتداء کی۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے درمیان اپنے خطبہ میں سورۃ النحل کی تلاوت کی اور سجدہ والی آیت پر منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔ پھر بعد میں ایک مرتبہ پھر یہی سورۃ منبر پر خطبہ میں تلاوت فرمائی لیکن سجدہ نہیں کیا۔ لوگوں کے اس سلسلہ میں استفسار پر آپؓ نے جواب دیا کہ ہمیں اس سجدے کا حکم نہیں دیا گیا۔[۳۸]

اسی کی ایک اور مثال مصعب بن زبیرؓ کا وہ خطبہ ہے جو انھوں نے عراق میں اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیرؓ کی بیعت لینے کے سلسلہ میں دیا۔ یہ خطبہ بھی کاملاً قرآن کی سورۂ قصص کی ابتدائی آیات پر مشتمل تھا۔ ذیل میں ملاحظہ ہو:

> بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. طسم. تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ. نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَبَإِ مُوسَى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ. إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ. (وأشار بيده نحو الشام) وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ. (وأشار بيده نحو الحجاز) وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ

وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ" [٣٩] (وأشار بيده نحو العراق).[٤٠]

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ طسم یہ اللہ کی واضح کتاب کی نشانیاں ہیں۔ اے نبی ہم تم پر موسیٰ اور فرعون کا واقعہ حق کے ساتھ تلاوت کر رہے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہل زمین کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا کہ اس کے ایک گروہ کو کمزور کرتا تھا۔ ۔وہ اس قوم کے لڑکوں کو قتل کرتا اور عورتوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بے شک وہ مفسدین میں سے تھا (اور آپ نے اپنے ہاتھ سے دائیں جانب اشارہ کیا)۔ اور ہم نے چاہا کہ کمزور سمجھے جانے والے لوگوں پر احسان کریں اور انھیں امام اور وارث بنائیں (اور آپ نے اپنے ہاتھ سے حجاز کی طرف اشارہ کیا)۔ اور انھیں زمین میں استحکام دیں اور فرعون، ھامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھائیں جس کا وہ ڈر رکھتے تھے (اور آپ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کیا)۔

خطبہ میں قرآنِ مجید سے عربوں کے ہاں اہمیت اتنی بڑھ گئی کہ جو بھی خطبہ قرآن کے اقتباس اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام سے خالی ہوتا اسے شوھاء یعنی بدصورت خطبے کا نام دیا گیا اور یہ عیب تصور کیا جاتا۔[٤١]

۴-دینی خطابت

جاہلی دور میں خطابت چند ہی موضوعات کے اردگرد گھومتی تھی جیسے جنگ، صلح، باہمی تفاخر، شادی بیاہ، نصیحت وارشاد وغیرہ۔[٤٢] اسلام کی آمد کے بعد عربی خطابت میں ایک بہت بڑے اور وسیع موضوع کا اضافہ ہوا جسے سہولت کی خاطر دینی خطابت کی نام دیا جا سکتا ہے۔ "دینی خطابت" خطابت کا صرف ایک موضوع ہی نہیں بلکہ یہ ایک مجموعۂ موضوعات ہے جس کے اندر دیگر بہت سے موضوعات پنہاں ہیں۔ آپ ﷺ کے خطبات کا اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ان میں موضوعات کا ایک تنوّع نظر آتا ہے جیسے توحید،[٤٣] رسالت،[٤٤] تقویٰ،[٤٥] آخرت،[٤٦] جہاد،[٤٧] کتاب اللہ،[٤٨] شریعتِ اسلامیہ، عبادات (نماز، روزہ، حج، زکاۃ)، اخلاق و معاشرت،[٤٩] وغیرہ۔

۵-حسنِ اختتام

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے عربی خطابت کو ایک حسن آغاز دیا، اسی طرح آپ ﷺ نے اسے ایک حسنِ اختتام بھی دیا۔ دورِ جاہلی کی طرح آپ ﷺ کے خطبے ایسے نہ ہوتے کہ اچانک ہی ختم ہو جاتے بلکہ آپ ﷺ بتدریج اپنی بات کو خاتمہ تک پہنچاتے اور خطبہ کے خاتمے کے قریب ہوتے ہی ایسے الفاظ استعمال کرتے جن سے سامعین کو اس کے ختم ہونے کا احساس ہو جاتا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے بعض خطبوں کے اختتام پر یہ الفاظ ہوتے: "والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته"۔ جیسا کہ مدینہ میں آپ نے اپنے پہلے خطبہ میں کہا۔[٥٠] اسی طرح آپ ﷺ کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ خطبے کے اختتام پر آپ ﷺ یہ الفاظ بھی استعمال کرتے تھے: "أقول قولي هذا وأستغفر الله لي ولكم"۔[٥١]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ہی کے حسنِ اختتام کو مسلمانوں میں شہرت حاصل ہوئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت ابوبکرؓ،[٥٢] حضرت عمرؓ[٥٣]، حضرت عائشہ[٥٤]، حضرت حسن بن علیؓ[٥٥] وغیرہ نے اپنے خطبوں کا اختتام ویسے ہی کیا جیسا کہ آپ ﷺ

نے" أقول قولي هذا وأستغفر الله لي ولكم" سے کیا تھا۔

۶-وسعتِ میادین

جاہلی دور تک خطابتِ عربیہ کا استعمال نہایت محدود پیمانے پر ہوتا تھا اور جیسا کہ پہلے گزرا کہ یہ صرف جنگ و صلح، شادی بیاہ اور تفاخر و تناصح تک ہی محدود تھی۔ نیز اس کا استعمال حالات پر ہی منحصر ہوتا۔ اگر مذکورہ بالا حالات آتے تو خطابت کے پنپنے کے مواقع ہوتے ورنہ نہیں۔ اسلام کے آنے سے فنِ خطابت نے نہایت ترقی کی اور اس ترقی کی وجہ یہ تھی کہ خطابت عربوں کی زندگی کا لازمی حصہ نہیں بنا تھا۔ خطابت کی جگہ یہ مقام شاعری ادا کر رہی تھی۔ خطابت کا استعمال شاعری کی بہ نسبت بہت محدود تھا۔

آپ نے خطابت کو خاطر خواہ توجہ دی اور اسے مسلمانوں کی زندگی کا لازمی جزء بنایا۔ مسلمانوں کے لئے یہ لازمی قرار پایا کہ ہفتہ وار جمعہ کے خطبوں کا باقاعدہ استعمال کریں۔ اسی طرح ان پر یہ بھی لازم ہوا کہ وہ سالانہ عید الفطر، عید الأضحیٰ اور حج کے خطبوں کا اہتمام کریں۔ نیز آپ نے خطابت کو مسلمانوں کی روزمرہ زندگی کے ساتھ بھی باندھا جیسے شادی بیاہ کے موقع پر مسنون خطبہ یا کسی کی فوتگی پر دیا جانے والا مسنون خطبہ، وغیرہ۔[۵۶]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے دعوتی خطبات کا بھی مسلمانوں پر گہرا اثر ہے اور اس وقت پوری دنیا میں متعدد دعوتی تنظیموں کے لاکھوں افراد تبلیغی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہیں۔ ان تنظیموں کے افراد تقریباً اسی منہج پر خطبات یا تقاریر کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا تھا اور ان خطبات کے موضوعات بھی خطباتِ رسول ﷺ کے موضوعات جیسے ہوتے ہیں۔

رسول اللہ کی خطابت کو اس قدر توجہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اس فن کی ترقی کی راہ ہموار ہوئی کیونکہ ایک فن جس کے مواقع کا انحصار صرف خارجی حالات کے ساتھ تھا، اسے زندگی کا لازمی حصہ بنا دیا گیا۔

۷-اختصار اور جامعیت

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے ہاں بعض خطباء زیادہ تکلف سے کام لیتے تھے اور طویل خطبے دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس روایت کو توڑا۔ آپ ﷺ کا کلام قرآن کریم کے بعد أفصح الکلام شمار کیا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ نے تکلف اور طولِ خطبات پر کڑی تنقید کی۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ، وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ" یعنی "لمبی نماز اور مختصر خطبات کسی شخص کی سمجھداری کی علامت ہے پس تم لوگوں کو چاہئے کہ نمازیں لمبی پڑھو اور خطبے مختصر دو"۔[۵۷]

نیز سنن أبی داوٗد میں صحیح روایت ہے کہ آپ ﷺ بروزِ جمعہ لمبے لمبے خطبہ نہیں دیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا خطبہ تو چند مختصر باتوں پر مشتمل ہوتا (كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُطِيلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِنَّمَا هُنَّ كَلِمَاتٌ يَسِيرَاتٌ)۔[۵۸]

رسول اللہ ﷺ نے مختصر خطبہ کو فقہ یا سمجھداری کی علامت اس وجہ سے بتایا ہے کیونکہ سمجھدار اور عقلمند آدمی ہی مختصر اور جامع باتوں (جوامع الکلم) سے واقفیت رکھتا ہے اور ایسا ہی شخص مختصر الفاظ میں ڈھیر سارے معانی کو سمیٹ لینے کی قدرت رکھتا ہے۔[۵۹]

پس اگر صحابہ کرامؓ کے خطبات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے تو وہ پوری طرح آپ ﷺ کی پیروی کے مطابق تھے۔[۶۰] بلکہ اسلاف کے ہاں لمبے خطبہ دینا ناپسندیدہ تھا۔ اس سلسلہ میں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ عمار بن یاسرؓ نے لوگوں کو

مختصر اور جامع سا خطبہ دیا اور منبر سے اتر گئے۔ اترنے پر لوگوں نے آپؓ سے خطبہ کو طول دینے کی درخواست کی۔ یہ سن کر آپؓ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ عقلمند انسان کی علامت اس کی لمبی نماز اور مختصر خطبہ ہے۔[۶۱]

۸-ادبِ عربی میں گرانقدر اضافہ

عہدِ نبوی سے چند برس پہلے کے دور کو جاہلی دور کہا جاتا ہے۔ اگر ادبِ عربی کے ادوار کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس دور کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس عہد کی نثر کا اکثر حصہ تاریخ میں محفوظ نہ رہ سکا۔

اللہ تعالی نے رسول خاتم النبیین کے لئے ایک طرف آپ کو دی گئی کتاب "قرآن کریم" کی حفاظت کی اہتمام کیا تو دوسری طرف اس آخری نبی کی سیرت، آپ کے منہ سے صادر ہونے والے کلام، آپ سے متعلقہ تاریخ، زبان وغیرہ کی بھی حفاظت فرمائی۔ اس خدائی حفاظتی اہتمام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سارے جاہلی دور کے خطبات کی تعداد جتنی ہے اس سے کئی زیادہ آپ کے خطبات محفوظ ہیں۔

مختلف محققین نے آپ کے خطبات جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان ہی کوششوں میں سے ایک محمد خلیل الخطیب کی بھی ہے۔ مصنف موصوف کی تصنیف کردہ کتاب کا نام "إتحاف الأنام بخطب رسول الإسلام" ہے۔ آپ نے اپنی کتاب میں تقریباً ۵۷۶ خطبات جمع کئے ہیں اور انھیں موضوعاتی اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔[۶۲]

ان خطبوں کی دینی اہمیت اپنی جگہ لیکن ادبِ عربی میں بعد از قرآن یہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

۹- خطابت نبوی کی اثر انگیزی

رسول کریم ﷺ کی خطابت کا آپ کے اصحابؓ پر اتنا گہرا اثر ہوتا اور وہ اتنے انہماک و سکوت سے سنتے جیسا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور ان کی معمولی سی حرکت ان پرندوں کو اڑا نہ دے۔[۶۳] آپ ﷺ کے کلام کا اتنا عمیق اثر ہوتا کہ فصحاء و بلغاء بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ ایک مرتبہ ایک جھاڑ پھونک کرنے والے نے آپ ﷺ کے بارے میں قریش مکہ سے سنا کہ -نعوذ باللہ- کہیں آپ ﷺ کو جنون ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ شخص بزعم خود آپ ﷺ کا جنون دور کرنے آیا اور آپ ﷺ کی تقریر سن کر مبہوت رہ گیا۔ اس نے آپ ﷺ سے وہی تقریر تین مرتبہ سنی اور کہا: "میں کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں کا کلام سن چکا ہوں، لیکن آپ ﷺ جیسے الفاظ میں نے کسی سے نہیں سنے"۔[۶۴]

آپ ﷺ کی خطابت میں اللہ تعالی نے وہ زور رکھا تھا کہ صحابہؓ ان سے ہل کر رہ جاتے۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ ﷺ نے قبر کے فتنہ کا ذکر کیا تو صحابہؓ چیخ اٹھے۔[۶۵] ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے بعد از نمازِ فجر ایسا وعظ دیا کہ آنکھیں اشک بار اور دل کانپ اٹھے۔[۶۶] لوگوں پر رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کا ایسا اثر ہوتا کہ خطبہ میں مذکورہ واقعہ کہیں ان ہی کے ساتھ وقوع پزیر ہو رہا ہو۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فتنہ دجال سے متعلق خطبہ دیا تو بعض صحابہؓ یہ سمجھے کہ جیسا کہ دجال کہیں کھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔[۶۷]

خلاصہ کلام

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح انسانیت کے لئے زندگی کے تمام شعبوں میں روشن نقوش چھوڑے ہیں، زبان و ادب بھی اس سے ہر گز مستثنی نہیں۔ شعر ہو یا نثر، عربی ادب کی دونوں اصناف نے حدیث نبوی و سیرت رسول سے گہرا اثر لیا ہے۔ اسی طرح عربی نثر

کی تقریباً تمام اصناف مثلاً خط نویسی، اَمثال، قصص اور خطابت رسول اللہ ﷺ کی بلاغت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں۔ خطابتِ رسول ﷺ نے عربی فنِ خطابت پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ آپ ﷺ کی نادر تعبیرات، بہترین آغاز، حسنِ اختتام، اقتباس من القرآن، وسعتِ میادین، دینی خطابت، اختصار و جامعیت ... وغیرہ وہ زریں اصول تھے جو آپ ﷺ کے بعد بھی نہ صرف عربی خطابت بلکہ دیگر اسلامی زبانوں کے فن خطابت کے لئے بھی روزِ روشن کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

---

[۱] القرآن الکریم، سورۃ ص ۳۸: ۴۵

[۲] ترمذی، محمد بن عیسی. الشمائل المحمدیۃ. ط: دار إحیاء التراث العربي، بیروت

[۳] القرآن الکریم، سورۃ ص ۳۸: ۴۵

[۴] شمائل الترمذی

[۵] البخاری، محمد بن إسماعیل الجامع الصحیح. تحقیق: مصطفی دیب البغا. ط۳: ۱۹۸۷ء، دار ابن کثیر، بیروت، کتاب الجهاد والسیر، باب قول النبي ﷺ نصرت بالرعب

[۶] الشیبانی، أحمد بن حنبل. المسند. تحقیق: شعیب أرناؤوط وآخرون، ط۱: ۲۰۰۱ء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۱/۱۷۹، حدیث: ۶۶۰۶

[۷] ابن منظور، محمد بن المکرم. لسان العرب. ط۳: ۱۴۱۴ء، دار صادر، بیروت، مادہ: عجم

[۸] الأندلسی، ابن عبد ربہ. العقد الفرید. ط۱: ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۶/۱۱۸

[9] http://www.ahl-alquran.com/arabic/show_article.php?main_id=4385

[۱۰] «فَوَاللَّهِ مَا فِيكُمْ رَجُلٌ أَعْلَمَ بِالْأَشْعَارِ مِنِّي، وَلَا أَعْلَمَ بِرَجَزٍ وَلَا بِقَصِيدَةٍ مِنِّي وَلَا بِأَشْعَارِ الْجِنِّ وَاللَّهِ مَا يُشْبِهُ الَّذِي يَقُولُ شَيْئًا مِنْ هَذَا وَوَاللَّهِ إِنَّ لِقَوْلِهِ الَّذِي يَقُولُ حَلَاوَةً، وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً، وَإِنَّهُ لَمُثْمِرٌ أَعْلَاهُ مُغْدِقٌ أَسْفَلُهُ، وَإِنَّهُ لَيَعْلُو وَمَا يُعْلَى وَإِنَّهُ لَيَحْطِمُ مَا تَحْتَهُ». [الحاکم، محمد بن عبد. المستدرک علی الصحیحین، اللہ. تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، ط۱: ۱۴۱۱ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲/۵۵۰]

[۱۱] ابن ہشام. السیرۃ النبویۃ. تحقیق: مصطفی السقا وغیرہ. ط۲: ۱۹۵۵ء، مکتبۃ مصطفی البابی وأولادہ، مصر، ۱/۳۱۵

[۱۲] القرآن الکریم، سورۃ یس: ۶۹

[۱۳] النیسابوری، مسلم بن الحجاج. صحیح مسلم. تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی. ط: دار إحیاء التراث العربي، بیروت، کتاب الشعر، باب، ح ۴۱۸۵

[۱۴] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، ح ۴۵۴۵؛ دیوان حسان: ص ۸-۹

[۱۵] دیکھیں مقالہ: اسلام اور شاعری، مرسل فرمان، مجلہ الإیضاح، شمارہ: ۲۰، ۲۰۰۹ء، ص ۴۵-۶۰

[۱۶] غازی طلیمات و عرفان الأشقر. الأدب الجاہلی. ط۱ ۲۰۰۱م، دار الفکر، دمشق، ص ۱۶۷

[۱۷] الأدب الجاہلی، ص ۱۶۷

[۱۸] الأدب الجاہلی، ص ۱۶۷

[۱۹] حمید اللہ، محمد. مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ. ط۷: ۱۹۸۷م، دار النفائس، بیروت

[۲۰] تفصیل کے لئے دیکھیں: الإیضاح۔ "مکاتیب رسول اور عربی خط نویسی"، مرسل فرمان، ڈاکٹر، ۲۰۰۷، عدد: ۱۸، ص ۳۰-۵۳

---

[۲۱] کتاب العین، مادہ: خطب، ۴/ ۲۲۲؛ إسماعیل بن عباد. المحیط فی اللغۃ. تحقیق: محمد حسن. ط۱: ۱۹۹۴ء، عالم الکتب، بیروت، ص۲۹۳

[۲۲] ابن خلدون. المقدمہ. المکتبہ التجاریۃ الکبری، (د۔ط۔ت)، القاہرۃ، ص۴۹۱

[۲۳] أبو زہرۃ، محمد. الخطابۃ: أصولہا وتاریخہا فی أزہر عصورہا عند العرب. ط: ۱۹۳۴ء، دار الفکر العربی، ص۱۹

[۲۴] صفوت، أحمد زکی. جمہرۃ خطب العرب فی عصور العربیۃ الزاہرۃ. ط۲: ۱۹۳۳م، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی وأولادہ، مصر ۱/ ۱۴۷

[۲۵] صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ

[۲۶] مشہور جاہلی خطباء اور عرب حکماء میں سے ایک، عیسائی المذہب اور نجران سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلے شخص جنھوں نے اپنے خطبہ میں پہلی مرتبہ (أما بعد) کے لفظ کا استعمال کیا اور اسی طرح اثناء خطبہ لاٹھی یا تلوار پر ٹیک لگائی۔ لمبی عمر پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں عکاظ میں خطبہ دیتے پایا اور ان کی تعریف کی۔[جاحظ، عمرو بن بحر. البیان والتبیین. تحقیق: عبد السلام ہارون. ط۱: ۱۳۶۷ھ، مطبعۃ لجنۃ التألی والترجمۃ والنشر، القاہرۃ ۱/ ۲۷؛ بغدادی، عبد القادر. خزانۃ الأدب، تحقیق: عبد السلام. ط: مکتبۃ الخانجی، القاہرۃ، ۱/ ۲۶۷]

[۲۷] جمہرۃ خطب العرب فی عصور العربیۃ الزاہرۃ، ۱/ ۳۸

[۲۸] جمہرۃ خطب العرب، ۱/ ۳۸

[۲۹] ابن قتیبۃ. عیون الأخبار. ط: ۱۹۶۳ء، وزارۃ الثقافۃ والإرشاد، مصر، ۲/ ۲۳۱

[۳۰] البیان والتبیین، ۲/ ۶

[۳۱] انظر: مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ أو مرض، ح ۷۴۳

[۳۲] مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ

[۳۳] ترمذی، محمد بن عیسی. الجامع الصحیح سنن الترمذی. تحقیق: أحمد محمد شاکر وآخرون. ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، باب سورۃ الحجرات، رقم الحدیث: ۳۱۹۳، صححہ الألبانی.

[۳۴] القرآن الکریم، سورۃ الحجرات: ۱۳

[۳۵] انظر: مسند أحمد، مسند الکوفیین، مسند عم أبی حرۃ...، رقم الحدیث: ۲۰۷۱۴، تعلیق شعیب الأرنؤوط: صحیح لغیرہ مقطعا وہذا إسناد ضعیف لضعف علی بن زید؛ الہیثمی، نور الدین علی. مجمع الزوائد. ط: ۱۴۱۲ھ، دار الفکر، بیروت، ۳/ ۵۸۵

[۳۶] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ: ۱۸۷

[۳۷] جمہرۃ خطب العرب، ۱/ ۱۵۲

[۳۸] البیہقی، أحمد بن الحسین. سنن البیہقی الکبری. تحقیق: محمد عبد القادر عطا. مکتبۃ دار الباز - مکۃ، ۱۴۱۴ - ۱۹۹۴، کتاب الحیض، باب من لم یر وجوب سجود التلاوۃ

[۳۹] القرآن الکریم، سورۃ القصص: ۱-۶

[۴۰] انظر: البیان والتبیین، ۱/ ۳۶۱-۳۶۲

[۴۱] نفس المصدر: ۱/ ۲۱۵

[۴۲] ضیف، شوقی. الفن ومذاہبہ. ط۱۰: ۱۹۶۰م، دار المعارف، بیروت، ص۲۷

[۴۳] انظر: صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب (الاغتسال إذا أسلم وربط الأسیر أیضاً فی المسجد)، ح ۴۴۲

٤٤ انظر: صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قولہ تعالی (وأنذر عشیرتک الأقربین) ح ٣٠٧

٤٥ جمہرۃ خطب العرب، ١/ ١٤٨

٤٦ جمہرۃ خطب العرب، ١/ ١٥٣

٤٧ جمہرۃ خطب العرب، ١/ ١٤٩-١٥٠

٤٨ جمہرۃ خطب العرب، ١/ ١٥٢

٤٩ جمہرۃ خطب العرب، ١/ ١٥٢

٥٠ ابن عبدربہ. العقد الفرید. ط: ١٩٦٥ء، لجنۃ التألیف والترجمۃ والنشر، القاہرۃ: ٢/ ١٣؛ البیان والتبیین: ٢/ ١٥؛ جمہرۃ خطب العرب، ١/ ١٤٨

٥١ الفاکہی، محمد بن إسحاق. أخبار مکۃ فی قدیم الدہر وحدیثہ. تحقیق: عبد الملک عبد اللہ دہیش. ط ٢: ١٤١٤ھ، دار خضر، بیروت، ٣/ ٤٤؛ الہیثمی، نور الدین. موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان. تحقیق: محمد عبد الرزاق حمزۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص ٤١٦

٥٢ مالک بن أنس. الموطأ. تحقیق: محمد مصطفی الأعظمی. ط: ٢٠٠٤ء، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان، أبو ظبی، ١/ ١٦١

٥٣ البصری، ابن شیبۃ. تاریخ المدینۃ. تحقیق: فہیم محمد شلتوت. ط: ١٣٩٩ھ، جدہ، ٢/ ٦٧٥

٥٤ الطبرانی، سلیمان بن أحمد. المعجم الکبیر. تحقیق: حمدی بن عبد المجید. ط ٢: ١٩٩٤ء، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، ٢٣/ ١٨٤

٥٥ المستدرک علی الصحیحین، ٣/ ١٩٢

٥٦ مغنیۃ، حبیب یوسف. الأدب العربی (من ظہور الإسلام إلی نہایۃ العصر الراشدی). ط ١: ٢٠٠٢ھ، دار و مکتبۃ الہلال، بیروت، ص ٣٣١

٥٧ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ

٥٨ أبو داؤد، سلیمان بن الأشعث. سنن أبی داؤد. تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید. ط: دار الفکر، بیروت، کتاب الصلاۃ، باب إقصار الخطبۃ

٥٩ الصنعانی، محمد بن إسماعیل. سبل السلام شرح بلوغ المرام. دار الحدیث، ١/ ٤٠٣

٦٠ جمہرۃ خطب العرب، جلد اول

٦١ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ

٦٢ الخطیب، محمد خلیل. إتحاف الأنام بخطب رسول الإسلام. ط ١: ١٩٥٤ء، جامعۃ الأزہر، مصر

٦٣ ابن حبان. الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان. ترتیب: الأمیر علاء الدین علی. تحقیق: شعیب الأرناؤوط. ط ١: ١٩٨٨ء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٦/ ١٨٥

٦٤ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ

٦٥ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر

٦٦ سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ

٦٧ صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال